طاہرہ حبیب

ظہیر الدین بابر کے مذہبی رجحانات

ظہیر الدین بابر کے آباؤ اجداد مذہبی امور میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ بابر کے جدِ اعلیٰ[1] امیر تیمور کو بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔ تیمور کے عہد میں شاہ بہاؤالدین نقشبندؒ اور علاوالدین عطارؒ جیسے بزرگ موجود تھے۔ جن کا شمار مشاہیر اور اولیا میں ہوتا ہے۔ تیمور، میر سیّد برکہ کا سیّد ہونے کی وجہ سے زیادہ احترام کیا کرتا تھا۔ [1] تیمور کا حکم تھا کہ جو لوگ سادات و علما میں سے ہیں ان کا اعزاز و احترام کیا جائے، ان کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور ان کے ساتھ پوری رعایت برتی جائے۔ [2] امیر تیمور نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں جہاں داری کے بارہ اصول بیان کیے ہیں۔ ساتویں اصول کے بارے میں وہ لکھتا ہے "میرا ساتواں دستور یہ تھا کہ میں سادات، مشائخ، علما، مورخ اور دیگر عقلمند لوگوں کو اپنے مصاحب بنایا۔ ان کی عزت اور قدر کی۔ علما اور صاحبِ دل بزرگوں کی خبر گیری اور خاطر داری کو اپنا شعار بنایا۔ [3] اولیائے اکابر اور بزرگانِ دین کے ساتھ عقیدت و احترام کے جذبے کے تحت امیر تیمور نے ان کے مزارات کی حفاظت و انتظام کے لیے زمینیں اور دیہات وقف کیے تھے۔ چنانچہ امیر تیمور خود کہتا ہے " حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مزار کے لیے میں نے نجف اور حلہ کے محال کو وقف کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت

---

[1] محمد امین قزوینی۔ پادشاہنامہ۔ مخطوطہ برٹش میوزیم لندن۔ ۱۷۳۔ ص ۲، ۳، ۴

[2] سیّد صباح الدین عبد الرحمن۔ بزمِ تیموریہ۔ اعظم گڑھ۔ ۱۹۴۸ء ص ۲۰۱

شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت امام ابو حنیفہ کے مزارات و مقابر کے انتظام کی غرض سے کربلا اور بغداد کے دیہات و مواضع وقف کیے ۔ حضرت موسیٰ کاظمؒ ، امام محمد تقیؒ اور سلمان فارسیؓ کے مزارات کے لیے علاقہ مدائن کے خطے وقف کیے ۔ علی ابن موسیٰؒ کے مزار کے لیے سبت اور شہر طوس کے مزروعہ محال کو وقف کیا ۔ ایران و توران کے مشائخ کے مقبروں کے انتظام کے لیے اعلیٰ قدر حیثیت جاگیریں ، دیہات اور رقمیں مقرر کیں ۔ [۴]

امیر تیمور کی طرح بابر کا والد عمر شیخ مرزا بھی اولیا اللہ اور مشائخ کا قدر دان تھا اور مذہب میں رواداری کا حامی تھا ۔ بابر اپنے والد کے متعلق لکھتا " وہ حنفی مذہب کے پیرو کار تھے اور متعصب بالکل نہ تھے ۔ وہ پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے تھے"۔ [۵] حبیب الرحمن شیروانی کے مطابق " حضرت عبیداللہ احرار عمر شیخ مرزا کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے اور اسے فرزند کہہ کر پکارا کرتے تھے " ۔ [۶]

خواجہ عبیداللہ احرار کے ساتھ عقیدت ، بابر کو وراثت میں ملی تھی ۔ بابر کے والد اور دادا سلطان ابو سعید مرزا عبیداللہ احرار کے مرید تھے ۔ خواجہ صاحب کو بھی ان سے محبت تھی جس کا اندازہ ان مختلف واقعات سے ہوتا ہے جن میں خواجہ صاحب نے ان کی مدد کرکے انھیں احسان مند کیا تھا ۔ بابر کی پیدائش کے وقت خواجہ صاحب عمر شیخ مرزا کے دربار میں موجود تھے ۔ [۷] اور انھوں

---

[۳] امیر تیمور ۔ تزکِ تیموری ۔ سنگ میل پبلی کیشنز ۔ لاھور ۔ ص ۷۵

[۴] ایضاً ص ۱۲۵ ۔ ۱۲۲

[۵] ظہیر الدین بابر ۔ تزکِ بابری ۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاھور ۔ ۱۹۶۹ء ۔ ص ۱۲

[۶] حبیب الرحمن شروانی ۔ تزکرہ بابر ۔ حیدرآباد ۔ ص ۳

نے ہی اس کا نام ظہیرالدین رکھا تھا ۔ بابر خواجہ احرار کا بہت احترام کرتا تھا ۔ وہ اگرچہ ان سے کبھی نہیں ملا تھا ، کیونکہ ان کی وفات بابر کے ایامِ طفولیت میں ہی ہو گئی تھی ، تاہم بابر جب تک سمرقند میں رہا ، باقاعدگی سے ان کے مزار پر حاضری دیتا رہا ۔ خواجہ احرار کے ساتھ بابر کی وابستگی ویسی ہی تھی جیسے اکبر کی شیخ سلیم چشتی یا خواجہ معین‌الدین اجمیری کے ساتھ تھی ۔ علاوہ ازیں خواجہ عبیداللہ احرار کے ساتھ بابر کی وابستگی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ بابر نے خواجہ صاحب کے رسالہ " والدیہ " کا ترکی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ۔

بابر کی تعلیم و تربیت قاضی عبداللہ نے کی ۔ یہ بزرگ شیخ الاسلام برہان الدین کی اولاد میں سے تھے اور انھیں خواجہ عبیداللہ احرار سے شرفِ بعیت بھی حاصل تھا ۔ قاضی عبداللہ کی تربیت نے بابر کے دل پر گہرا اثر کیا تھا ۔ راست بازی اور سادگی جو بابر کی طبعیت کا خاصہ تھی ، وہ زیادہ تر اس مردِ خدا کے فیض کا نتیجہ تھی ۔ [۸]

علم الانشاء میں ذوقِ اختراع کا یہ عالم تھا کہ اس نے خطِ بابری کے نام سے ایک مستقل خط ایجاد کیا اور اسی خط میں قرآن مجید کے نسخے لکھ کر مکہ معظمہ بھیجے ۔ [۹]

بابر نے فقہِ حنفی میں ایک کتاب بعنوان " مثنوی مبین " لکھی تھی ۔ شیخ زین نے اس پر ایک شرح تحریر کی تھی ۔ [۱۰]

بابر کسی کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور نہ خلیفۂ وقت کی بالادستی اس کو قبول تھی ۔ دراصل مغلوں نے کبھی بھی سلاطین ترکیہ کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا ۔

---

[۷] ڈاکٹر عبدالغنی ۔ ۷۱ ہسٹری آف پرشین لینگویج اینڈ لٹریچر ایٹ دی مغل کورٹ ۔

[۸] حبیب الرحمن شروانی ۔ تذکرہ بابر ۔ ص ۔ ۵ ۔ ۶

[۹] مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ۔ دہلی ۔ ۱۹۶۳ء ۔ ص ۲۸۹

[۱۰] ملا عبدالقادر بدایونی ۔ منتخب التواریخ ص ۱۳۸ ۔ ۱۳۹

۱۵۰۸ء میں بابر نے (کابل میں) اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تھا ۔ بقول بابر کے " شاہی مسند پر بیٹھنے کے باوجود اب تک تیمور بیگ کی اولاد خود کو میرزا کہلواتی رہی ہے ۔ میں نے حکم دیا کہ مجھے بادشاہ کے لقب سے مخاطب کیا جائے" [۱۱]

بابر عقیدے کے اعتبار سے سنی مسلمان تھا ۔ مذہب سے اس کو بہت زیادہ عقیدت اور محبت تھی ۔ مگر اس کے باوجود اس کی کئی عادات مذہب سے متصادم بھی تھیں ۔ مثلاً اس کی شراب نوشی کی عادت ، جس کا ذکر اُس نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں جا بجا کیا ہے ۔ مگر اپنی عملی کمزوریوں پر وہ فخر نہیں کرتا ان کو وہ برائی ہی میں شمار کرتا تھا ۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے ۔ " کچھ تو تقاضائے بشری سے ، کچھ بادشاہوں کے رسم و رواج اور شاہی لوازم کے تحت اور کچھ صاحبانِ جاہ و مرتبہ (کیا بادشاہ کیا سپاہی) کے حسبِ عادت ہم سے جوانی کے آغاز میں کئی ایک غیر شری افعال اور لہو و لعب کی باتیں سرزد ہوئیں ۔ کچھ عرصے کے بعد ان افعال کے سبب بڑی شرمندگی و پشیمانی ہوئی ، جس کے نتیجے میں ان بُرے افعال کو ایک ایک کر کے ترک کیا اور سچی توبہ کے دروازے پر پہنچ کر پچھلے افعال کو ترک کر دیا ۔ [۱۲]

بابر کے عہد میں اگرچہ شراب نوشی ایک ہمہ گیر عادت تھی اور تزک بابری میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ بابر کی شراب نوشی کا ذکر آیا ہے ۔ وہ کافی مقدار میں شراب پیتا تھا ، لیکن کاروبارِ سلطنت کو فراموش نہیں کرتا تھا ۔ اس حالت میں اگر کسی حملے یا مہم میں اس کی ضرورت پیش آتی تو وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو جاتا ۔ اس نے کئی مرتبہ شراب ترک کرنے کا عہد کیا ، لیکن یہ عہد اکثر ٹوٹتا رہا۔ البتہ کنواہہ کی جنگ کے بعد اسنے شراب سے توبہ کر لی ۔ اس کے بعد کبھی شراب نہیں پی ۔ اس واقع کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے"یہ جمادی الثانی کی تیئسویں (۲۳) تاریخ تھی

---

[۱۱] ظہیر الدین بابر ۔ تزک بابری ۔ ص ۱۲۶

اور منگل کا دن تھا ۔ جب کہ ماحول کا معائنہ کر رہا تھا کہ خیال آیا کیوں نہ شراب سے توجہ کر لوں ۔ میں نے اپنے ضمیر کو آواز دی ۔

؎ دُور ساز از جملہ مناہی خود را
پاک ساز از ہمہ گناہی خود را

یہ عزم کر کے میں نے شراب سے توبہ کرلی ۔ شراب کے تمام نقری اور طلائی پیمانے ، صراحیاں اور دوسرا سامان تڑوا دیا اور جتنی شراب اس وقت چھاؤنی میں موجودتھی سب پھینکوا دی ۔ شراب کے برتنوں سے جو چاندی اور سونا میسر آیا وہ میں نے فقرا میں تقسیم کر دیا ۔

میری اس توبہ میں میرے ندیم ، لمس نے بھی شرکت کی میری توبہ کی خبر سن کر میرے ساتھی امرا میں سے تین سو اشخصاص نے اسی رات توبہ کر لی ۔

بابا دوست چونکہ اونٹوں کی کئی قطاروں پر شراب کے بےشمار مٹکے لاد کر کابل سے آیا تھا اور یہ شراب بہت زیادہ تھی ، اس لیے اسے پھینکوانے کی بجائےاس میں نمک شامل کردیا تاکہ وہ سرکہ کی شکل اختیار کر جائے ۔

جس جگہ میں نے شراب سے توبہ کی اور شراب گڑھوں میں انڈیلی ، وہاں توبہ کی یادگار کے طور پر ایک پتھر نصب کرایا اور ایک عمارت تعمیر کرائی ۔ [13]

بابر کی رانا سانگا کے خلاف کنواہہ کی جنگ بہت اہم ہے ۔ کیونکہ اس جنگ میں رانا سانگا کا لشکر ایک لاکھ کا تھا ، بہت سے ہندو راجے رانا سانگا کے ساتھ تھے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے لودھیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا ۔ اس طرح ان کی فوج کی تعداد تقریباً دو لاکھ ہو گئی تھی ۔ شروع شروع میں بابر نے ان کی پروا نہ کی ، لیکن جب شاہی فوج کے ہر اول دستے کو راجپوتوں نے شکست دی اور بیانہ کی فوج

---

[12] دربار ملی ۔ مرتبہ ڈاکٹر ایس ۔ ایم ۔ اکرام ، ڈاکٹر وحید قریشی ۔ مجلس ترقی ادب ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۶ء ص ۲۲۸

[13] ظہیر الدین بابر ۔ زک بابری ۔ ص ۲۲۶

کو جو بابری فوج کی مدد کے لیے آئی تھی ہزیمت اٹھا کر محصور ہونا پڑا تو پھر شاہی لشکر پر فکرو ہراس کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ [۱۴] اس صورت حال میں بابر نے فیصلہ کیا کہ فوج کے حوصلے برقرار رکھنے کے لیے وہ تقریر کرے گا ۔ بابر کے اس اقدام سے پتا چلتا ہے کہ وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتا تھا اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی اپنا کام جاری رکھتا تھا ۔ علاوہ ازیں اسکی تقریر سے اس کے مذہبی رجحانات کا اندازہ بھی ہوتا ہے ۔ بابر اس ضمن میں لکھتا ہے کہ " دشمن کی فوج جونکہ بہت زیادہ تھی اور اس کی کثرتِ تعداد سے میری فوج کے لوگ مرعوب ہو گئے تھے ، اس لئے میں نے ان کی حمیت کو للکارا کہ یہی تمھاری دینی غیرت اور اسلامی حمعیت ہے کہ حس ملک کو تم نے اس سعی و محنت کے بعد حاصل کیا ، اسے کافروں کے ڈر سے چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو ؟ ۔ یاد رکھو ، اگر ہم کافروں پر غالب آ گئے تو غازی ہوں گے ورنہ شہادت کا درجہ ہم کو مِل کر رہے گا ! ۔ ہمارا پہلے گزرے ہوئے شہیدوں میں نام شمار ہوگا ! ۔ کیا یہ بات اس سے بہتر نہیں کہ ہمارا نام صرف بادشاہوں کی تاریخوں میں آئے اور وہ بھی " کفار کے بھگوڑوں " والے القاب کے ساتھ " ؟ ۔

بابر کی تقریر نے جادو کا اثر کیا ۔ ایران اورتوران سے آئے ہوئے بہادروں کے دل گرما گئے ۔ ان کی غیرت چمک اٹھی اور وہ اس جہاد کو سرمایۂ اطاعت و اعتقاد جان کر کافروں کے مقابلے میں جان لینے اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے ۔ [۱۵]

ولیم ارسکن نے بابر کی تقریر کے مزید اقتباسات نقل کئے ہیں وہ لکھتا ہے کہ بابر نے ایک محلس مشاورت منعقد کی اور اپنے تمام سپاہیوں کو جمع کر کے کہا " حس نے ماں کا شکم دیکھا ہے وہ ضرور ایک دن موت سے هم کنار ہو گا ۔

---

[۱۴] ایس ۔ ایم ۔ اکرام ۔ رودِ کوثر ۔ فیروز سنز ۔ لاہور ۱۹۵۸ء ۔ ص ۲۱

جو آدمی دنیا میں آیا ہے اسے اس جہانِ فانی سے کسی نہ کسی دن ضرور جانا ہے اور بزرگوں کا قول ہے کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے ۔

ہم سب کو اس بات کا حلف اٹھانا چاہیے کہ ہم موت کو لبیک کہیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم رہے ، لڑائی سے منہ نہ پھیریں گے ، اس لیے آج ہمیں قرآن شریف ہاتھ میں لے کر یہ قسم کھانا پڑے گی کہ ہم لڑائی میں اپنی جانیں لڑا دیں گے ۔ چنانچہ چھوٹے بڑے ، آقا اور غلام سب نے کلام پاک کو ہاتھ میں لے کر عہد کیا " ۔ [۱۶]

مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ " قرآن کو دیکھتے ہی سب نے سر جھکا دیے ، ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور بہتوں کے آنسو نکل پڑے اور انہوں نے دوڑ کر قرآن شریف پر اپنے سر رکھ دیے اور کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ جب تک دم ہے وہ اگر بادشاہ سے پھریں تو خدا اور اس کے کلام سے پھریں ۔ غرض سب کے دل قوی ہو گئے " ۔ [۱۷]

بابر نے رانا سانگا پر فتح پانے کی خوشی میں لکھے جانے والے فرمانوں پر اپنے لیے غازی کا لفظ تحریر کرنا شروع کیا ۔ جب شیخ زین نے مذکورہ بالا فرمان تیار کیا تو بابر نے طغرا کے بعد جو رباعی لکھی اس کا ترجمہ یہ ہے ۔

" میں اسلام کی خاطر جنگل جنگل آوارہ خرام ہوا ہوں ، **کافر ہندوؤں** سے جنگ کی ہے ، میں نے خدا کی راہ میں شہادت **پانے کا عزم** کیا ، اس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے غازی بننے **کا شرف** بخشا " ۔ [۱۸]

بابر لکھتا ہے کہ میں نے اثنائے راہ میں یہ ارادہ بھی کیا تھا کہ اگر اللّٰہ تعالی مجھے رانا سانگا پر فتح بخشیں گے تو میں اپنی قلمرو کے مسلمانوں کو ہر قسم کے

---

[۱۵] خافی خان ۔ منتخب اللباب ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۳ء ۔ ص ۸۷

[۱۶] ولیم ارسکن ۔ ظہیر الدین بابر اور اس

[۱۷] مولانا محمد حسین آزاد ۔ قصص الہند ۔ ص ۔

[۱۸] ظہیر الدین بابر ۔ تزک بابری ۔ ص ۲۳۳

محصول معاف کردوں گا [19]۔ چنانچہ فتح کے بعد درہساری شاعر شیخ محمد زین نے اسے یاد دلایا کہ بابر نے منت مانگی ہوئی تھی کہ اگر خدا ، رانا سانگا پر اسے فتح دے گا تو وہ تمام مسلمان رعایا کا محصول معاف کر دے گا ۔ بابر کو بھولا ہوا وعدہ یاد آ گیا اور اس نے معافی کے فرمان پر دستخط کر دئیے ۔ [20]

بابر کو خدا پر کامل یقین تھا ۔ ہر جنگ سے قبل اپنی فتح کی دعا مانگتا تھا ۔ جب فتح ہوتی تو تکبر کی بجائے سجدے میں گر کر اللّٰہ تعالی کا شکر بجا لاتا ۔ اگرچہ کنواہہ کی جنگ کو اس نے کفر و اسلام کی جنگ قرار دیا تھا ، لیکن اس کے باوجود اس نے ہندوؤں کے خلاف نہ تو انتقامی کاروائی کی اور نہ اس نے کسی مندر کو نقصان پہنچایا ۔ بابر نے پانی پت کی لڑائی کے بعد لودھی خاندان کی خواتین کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور ان کی ہر طرح سے عزت کی ۔ وہ مرحوم سلطان ابراہیم لودھی کی والدہ کا بہت احترام کرتا تھا ۔ یہ تعلق اس وقت ختم ہوا جب ابراہیم لودھی کی والدہ نے بابر کو زہر دلوایا ۔ چنانچہ اس بارے میں بابر لکھتا ہے۔ " اس سے پہلے ابراہیم کے خاندان کے لوگوں کو میں نے بڑی عزت سے رکھتا تھا ۔ مگر اب ان کا یہاں رکھنامخدوش معلوم ہوا اور ان سب کو کامران مرزا کے پاس کابل بھجوا دیا ۔ ابراہیم کی ماں نے چونکہ بُری حرکت کی تھی ، اس لیے اسے بھی سزا دی " ۔ [21]

بابر اپنی رعایا کی بلاامتیاز مذہب و ملت حفاظت کرتا تھا ۔ اگرچہ وہ مشائخ اور مفتیوں کا بہت احترام کرتا تھا لیکن وہ ان کے مشوروں کو اپنے سیاسی نظریات پر اثر انداز نہ ہونے دیتا تھا ۔ اس کے دربار میں مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پر کوئی توجہ نہ دی جاتی تھی ۔ وہ ایک صحیح العقیدہ

---

[19] ایضاً ص ۲۲۶

[20] ہیرلڈلیم ۔ بابر (ببر شیر) لاهور ۱۹۶۲ء ص ۲۳۲

[21] ظہیرالدین بابر ۔ تزک بابری ۔ ص ۲۲۱

مسلمان تھا ۔ لیکن اس نے عام مذہبی جوش میں حصہ نہ لیا ، جو اس کے ہم عصر ایرانی اور تورانی درباروں کا طرۂ امتیاز بن گیا تھا ۔ یہ درست ہے کہ وہ ہندوؤں کو کافر اور افغانوں کو ناقابلِ اعتماد سمجھتا تھا ، لیکن ہندو اور افغان امراء اور عوام کے ساتھ وہ حسنِ سلوک ، دوستی اور فیاضی سے پیش آتا تھا ۔ اگرچہ اس نے دو مرتبہ جہاد کا علم بلند کیا لیکن جن طریقوں سے ان نے جہاد کیا وہ جنگ کے عام اصولوں کے مطابق تھا ۔ بابر اپنی غیر مسلم رعایا اور مسلمانوں کے ساتھ کس قسم کے سلوک کا حامی تھا ۔ اس سلسلے میں اس کی ہمایوں کے نام وصیت بہت اہم دستاویز ہے ۔ بابر نے ہمایوں کو اپنا جانشین بناتے وقت مندرجہ ذیل وصیت کی تھی ۔

" ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے لہذا اب تمہیں چاہیے کہ حسب ذیل باتوں کا خیال رکھو ۔

۱ ۔ مذہبی تعصب کو اپنے دل میں جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے کسی رعایت کے بغیر سب قوموں کے ساتھ پورا انصاف کرنا ۔

۲ ۔ گاؤ کشی سے خاص طور پر پرہیز کرنا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ ملے اور وہ دل سے تمہاری اطاعت کریں اور بادشاہ اور رعایا کے تعلقات خوشگوار رہیں ۔ اس طرح ملک میں امن قائم رہے گا ۔

۳ ۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ کو مسمار نہیں کرنا چاہئیے ۔

۴ ۔ شیعہ سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کیے رکھو ، کیونکہ اس سے اسلام کمزور ہو جائے گا ۔

۵ ۔ اسلام کی اشاعت ظلم و ستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف و احسان کے ذریعے زیادہ بہتر طریقے سے ہوسکے گی ۔

۶ ۔ اپنی رعایا کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماری اور ضعف سے محفوظ رہ سکے ۔[۲۲]

بابر اولیاءاللہ کا بھی بہت احترام کرتا تھا ۔ دہلی کی فتح کے بعد اس نے صوفیا اور سلاطین کے مزاروں پر حاضری دی ۔ وہ لکھتا ہے ۔ " میں خود دوسرے دن اس منزل سے روانہ ہوا ۔

اور سہ شبنہ کے دن دہلی پہنچا ۔ جاتے ہی شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ ، کے مقبرے پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی ۔ پھر جمنا کے کنارے چھاونی ڈالی ۔ یہ بدھ کادن تھا حب کے میں دہلی کے قلعے میں داخل ہوا ۔ رات وہیں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر حاضر ہوا ۔ سلطان خلجی ، غیاث الدین بلبن اور دوسرے بادشاہوں کے مقبرے دیکھے " ۔ [۲۳]

بابر کو دعاؤں پر بہت زیادہ اعتقاد تھا اور اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ ایک بار ہمایوں بیمار ہو گیا ۔ جب طبیب مایوس ہو گئے تو اس نے یہ دعا کی کہ " اللہ ہمایوں کے بدلے میں میری جان لے لے " اس کی یہ دعاقبول ہوئی [۲۴]

مغلوں میں عہدِ قدیم سے ایک عقیدہ چلا آرہا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی سب سے عزیز چیز، حتٰی کہ فرزند اکبر کی قربانی دے تو وہ رحمتِ الٰہی کا امید وار ہو سکتا ہے ۔

گلبدن بیگم اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس سہ شبنہ کو بابر نے ہمایوں کے گرد طواف کیا اور دورانِ طواف خدا سے دعا مانگتا رہا ۔ بابر بار بار سر اٹھاتا اور خدا کو اس کی رحمت و کرم کے واسطے دیتا تھا ۔ وہ کمال خضوع و خشوع سے دعائیں کرتا تھا ۔ موسم شدید گرم تھا اور بادشاہ کے قلب و جگر میں حدّت محسوس ہونے لگی ، وہ ہمایوں کے گرد طواف کرتے وقت یہ الفاظ کہتا جاتا تھا " بار الہا " ۔اگر

---

[۲۲] مولانا سعید اکبر آبادی ۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۲۹۹ ۔ ۲۸۹

[۲۳] ظہیر الدین بابر ۔ تزک بابری ۔ ص ۱۹۱ ۔ ۱۹۰

[۲۴] ایشوری پرشاد ۔ اے شارٹ ہسٹری آف مسلم رول ان انڈیا ۔ الہ آباد ۔ ۱۹۳۶ء ۔ ص ۲۹۳ ۔

جان کے بدلے جان قبول ہو تو میں ظہیر الدین بابر اپنی جان اور زندگی اپنے فرزند ہمایوں کی جان کے عوض پیش کرتا ہوں ـ کمرے میں دوسرے لوگوں نے بابر کو یہ کلمہ با آواز بلند کہتے سنا " میں نے ہمایوں کی بیماری لے لی ، لے لی، لے لی ـ"

گلبدن کا بیان ہے کہ اسی شام سے بادشاہ کمزور اور بیمار ہو گیا اور اس کے برعکس ہمایوں کے سر پر پانی رکھا گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا ـ [۲۵]

فتح ہندوستان کے موقع پر جب آگرہ کا خزانہ بابر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مکہ ، کربلا ، نجف اشرف ، مشہد مقدس کے سادات اور علما کو اور دوسرے ممالک کے بزرگوں کو بھی حصّہ روانہ کیا جائے ـ [۲۶] بقول بابر " سمرقند اور خراسان کے مشائخ اور علما کو بھی نزرانے بھجوائے ـ مکہ اور مدینہ میں بھی اشرفیوں اور روپوں کے توڑے روانے کیے ـ کابل کے سارے باشنوں کو ایک ایک شاہرخی فی کس عطا کی ـ تاکہ یہ لوگ بھی اس فتح کو خوشی میں شریک ہو جائیں " ـ [۲۷]

اس کے علاوہ بابر نے مساجد بھی تعمیر کرائیں ـ اپنی تزک میں وہ لکھتا ہے " کہ ابراہیم لودھی کے محل اور شاہی قلعے کے درمیان زمین کا ایک قطعہ بے آباد تھا ـ میں نے وہاں ایک عمارت کھڑی کر دی ہے جہاں پتھروں کی ایک مسجد بنوائی جو ہندوستانی وضع کی ہے " ـ [۲۸]

---

[۲۵] ہیرلڈلیم ـ بابر ـ ص ۲۷۵ ـ ۲۷۴

[۲۶] خافی خان ـ منتخب اللباب ـ ص ۸۳

[۲۷] ظہیر الدین بابر ـ تزک بابری ـ ص ۲۰۸

[۲۸] ایضاً ص ۲۱۳